ہر دم از انجم واز چرخ جفای دگرست   ہر دم از انجم او داغ دلہای دگرست[1]

اسی طرح خواجہ بہاء الدین نثاری بخاری نے دو مرثیوں کا ذکر کیا ہے جن میں سے ایک درویش روغن گر اور دوسرا حسامی قلندر کا ہے:

"این گردش سپہر کہ خم شد چو دور جام   بر روح پاک حضرت جامی کند سلام"
(روغن گر)

"جامی کہ آفتاب سپہر کمال بود   تصنیف کرد نسخہ زہر علم بے حسیب
رفت از جہان و ماند میان سخنوران   تاریخ فوت خویشتن اشعار دلغریب[2]"
(حسامی قلندر)

عہد جامی کے جمہور علماء کرام، فرماں روایان مملکت و وزراء اور بعد کے تقریباً جملہ ماہرین علوم و مصنفین مولانا جامی کو ایک معتدل اور متوازن مسلک و عقیدہ کا حامی و متبع تسلیم کرتے رہے، پھر جس ذات گرامی کی مسندِ خلافت اور جانشینِ طریقت کے شرف سے مشرف ہوئے تھے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ موصوف نے عام مسلک سے ہٹ کر کسی دیگر فکر کی جانب اپنے قلب باصفا کو مائل کیا ہوگا؟ نیز مولانا جامی کی جملہ تصانیف کے پیشِ نظر کیا یہ باور کیا جا سکتا ہے کہ موصوف کی عقیدتِ فکر و پیرویِ عمل سلف صالحین کے نمونۂ حیات سے مختلف رہا ہے؟ باوجود ہمہ اوصاف و کمالات جامی کے مسلک اور معیارِ فکر کے سلسلے میں دو چار ایرانی حضرات ایسے بھی نظر آتے ہیں جنھوں نے مولانا جامی کو عقیدۂ تشیّع کا حامی ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ ملک الشعراء محمد تقی بہار (متوفی ۱۳۳۰ھ) اپنی کتاب میں چند شیعی علماء کا نقطۂ نظر ذکر کرتے ہیں۔ چنانچہ اس سلسلے میں پہلے ملا محمد تقی مجلسی (متوفی ۱۰۷۰ھ/۱۶۵۹ء) اور
(باقی ص ۶۴ پر)

---

[1] ایضاً۔ [2] مذکر احباب: ص ۶۷۔

تبصرے

الاسلام و تشکیل جدید للحضارۃ: از مولانا محمد تقی امینی، (علی گڈھ مسلم یونیورسٹی) تقطیع کلاں، ضخامت ۳۱۲ صفحات، ٹائپ جلی اور روشن کاغذ اور گٹ اپ اعلیٰ، قیمت درج نہیں: پتہ: دارالعلوم للطباعۃ والنشر، ریاض سعودیہ عربیہ۔

مولانا محمد تقی امینی ان مفکرین میں سے ہیں جو عصر حاضر کے تہذیبی و تمدنی حالات کے پس منظر میں اسلام کے موجودہ مسائل پر تفکر کرتے ہیں تو اس میں جذبانیت اور سنجیدگی و متانت کے ساتھ معروضیت زیادہ ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ ان کی تحریریں ہم خیال لوگوں کے دل میں حشر جذبات پیدا کرنے کے بجائے ارباب فہم و بصیرت کے لیے ایک قابل قدر سرمایۂ غور و فکر مہیا کرتی ہیں، چند سال ہوئے موصوف نے "تہذیب کی تشکیل جدید" کے عنوان سے ایک طویل مقالہ لکھا تھا جو مہینوں قسط وار معارف اعظم گڈھ میں شائع ہوتا رہا۔ اور علمی و دینی حلقوں میں مقبول ہوا۔ پھر یہ مقالہ مزید اضافوں اور نظر ثانی کے بعد کتاب کی شکل میں ندوۃ المصنفین سے شائع ہوا۔ زیر تبصرہ کتاب مولانا کی اسی کتاب کا عربی ترجمہ ہے جو ڈاکٹر مقتدا حسن الازہری (جامعہ سلفیہ بنارس) کے قلم کا منت کش احسان ہے، ڈاکٹر عبدالحلیم عویس جو عرب ممالک کے متعدد اسلامی اخبارات اور علمی انجمنوں سے وابستہ ہیں، انھوں نے مراجعت کی، اس پر ایک سیر حاصل مقدمہ لکھا اور متن کتاب میں کہیں کہیں حواشی اپنی طرف سے اضافہ کیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف کتاب کا مسودہ پڑھ کر اس سے کس درجہ متاثر

ہوتے ہیں۔ اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ مقدمہ میں لکھتے ہیں، ہمارے عرب ممالک میں اسلامی حقائق پر جو گفتگو ہوتی ہے اس میں بے جان انشاء پردازی اور خیالات و افکار میں تقلید جامد اور زور خطابت کے سوا کچھ اور نہیں ہوتا، اس کے برخلاف علامۃ الہندی (مولانا محمد تقی امینی) نے بڑی وسعت اور دقت نظر سے عصر حاضر کے موجودہ سماجی و تہذیبی ماحول کا تجزیاتی مطالعہ کر کے یہ بتانے کی کامیاب کوشش کی ہے کہ آج اسلامی تعلیمات کی اساس پر کس طرح ایک ایسی عالمی تہذیب قائم کی جا سکتی ہے جو ظاہری اور باطنی، روحانی اور مادی ظواہر و کمالات کے اعتبار سے مکمل ہو۔ ڈاکٹر عویس نے توقع ظاہر کی ہے کہ اس کتاب کے علاوہ وہ مولانا کی دوسری کتابوں کا بھی عربی میں ترجمہ شائع کریں گے، تاکہ عرب دنیا ان ٹھوس اور انقلاب آفریں افکار سے واقف ہو۔

کتاب آٹھ ابواب پر تقسیم ہے۔ شروع کے ابواب میں تہذیب کی تعریف، اس کے عناصر ترکیبی، مغربی تہذیب اور اسلامی تہذیب کی ترکیب و مزاج میں بنیادی فرق اور اس کے وجوہ، انسان کو ایک مکمل نظام زندگی دینے میں فلسفوں اور مذاہب عالم کی ناکامی۔ اسلام کی جامعیت وغیرہ پر بحث کرنے کے بعد الگ الگ ایک فصل میں اسلام کے اقتصادی نظام، معاشرتی نظام، سیاسی نظام اور عائلی نظام پر جامع اور سیر حاصل بحث کی گئی ہے، ارباب ذوق کے لیے اس کا مطالعہ معلومات افزا اور بصیرت افروز ہوگا۔

حیات اقبال کی گم شدہ کڑیاں: از جناب محمد عبداللہ قریشی، تقطیع متوسط ضخامت ۴۳۶ صفحات، کتابت، طباعت اور کاغذ اعلیٰ، قیمت مجلد -/۴۵
پتہ: بزم اقبال، کلب روڈ، لاہور۔

لائق مؤلف، جیسا کہ ہم نے پہلے بھی کہیں لکھا ہے، پنجاب اور خصوصاً لاہور کی